© rasailojaraid.com

سالِ نو کا پیغام

مدیر کے قلم سے

چودہ سو اُنتیس کا ہجری سال ختم ہو کر ۱۴۳۰ھ کا نیا سال شروع ہو گیا ہے، انسان کی فطرت بھی بڑی عجیب ہے، نیا سال شروع ہوتا ہے تو وہ خوشی اور مسرت کا جشن منانے نکلتا ہے، اس کی نظر، سامنے کی اس حقیقت کی طرف بہت کم جاتی ہے کہ نئے سال کی آمد نے اس کی مستعار زندگی کا ایک سال کم کر دیا جس پر خوش ہو کر جشنوں میں وقت ضائع کرنے کی بجائے خوابِ غفلت سے بیدار ہوا جائے، گزری زندگی کی تلافیوں کا عزم پیدا اور سنبھل سنبھل کر بقیہ عمر گزارنے کا خوابیدہ احساس تازہ کیا جائے...... ایک سال کے ختم ہونے اور سال نو کے شروع ہونے کا یہ سنگم در حقیقت زندگی کے مسافر کی وہ منزل ہے، جہاں کچھ دیر ستا کر پچھلے سفر کی دشواریاں اور راہ کی رکاوٹوں پر نظر ڈال کر اگلی منزل کے لیے عزم سفر کو سامانِ قوت فراہم کیا جا سکتا ہے...... لیکن چونکہ زندگی کے حقائق اکثر تلخ ہوتے ہیں، اس لیے تلخیوں کی دھوپ میں جھلسنے کی بجائے انسانی طبیعت ہمیشہ وقتی مسرتوں کی چھاؤں کی تلاش میں رہتی ہے، سوچا جائے تو یہ بھی قدرت کی طرف سے ایک نعمت بے بہا ہے کہ فنا کی طرف ہر لحہ رواں زندگی کا مسافر عارضی خوشیوں کی آغوش میں بے فکری کے ساتھ پناہ لے لیتا ہے، انسان کو اگر اپنی موت کے وقت کا ٹھیک ٹھیک علم ہو جائے تو اس کی ساری سرگرمیوں پر اوس پڑ جائے اور اس کی تازگیوں کے تمام غنچے مرجھا جائیں۔

نئے ماہ، نئے سال اور نئی صدی کی آمد میں اس حوالے سے اہمیت کی ایک جہت پائی جاتی ہے کہ اس مرحلے پر فرد اور قوم کو اپنی نظم زندگی پر غور کرنے اور ماضی کے تجربات کی روشنی میں مستقبل کا لائحہ عمل ترتیب دینے کا موقع مل جاتا ہے، مسلمانوں کے عروج و زوال اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا موضوع بھی اس طرح کے مواقع پر مفکرین کے ہاں زیر بحث آتا ہے کہ وہ کون سے اسباب و علل ہیں جن سے عالم اسلام اور مسلمانوں کو اقوام عالم میں اپنا گم گشتہ اور کھویا ہوا مقام حاصل ہو سکتا ہے:

ا...... ایک مکتب فکر کا خیال ہے کہ مسلمان اپنا اقتصادی اور معاشی ڈھانچہ مضبوط بنائیں کہ معاشی استحکام ہی میں آگے بڑھنے، سیادت کی کرسی حاصل کرنے اور قیادت کے منصب تک پہنچنے کا گر مضمر ہے، غربت کی جھونپڑیوں کی بجائے ترقی ہمیشہ دولت کی حویلیوں کا رخ کرتی ہے...... غربت اور معاشی کمزوری عالم اسلام اور مسلمانوں کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہاتھ آجائے [illegible] کی، وسائل کی فراوانی

اور دولت کی ریل پیل ہوگی تو ترقی کی تمام منزلیں خود ہاتھ جوڑ کر حاضر ہوں گی اور مسلمان دنیا کی قوموں میں اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرسکیں گے۔

۲......ایک دوسرے مکتب فکر کا خیال ہے کہ سائنس، نئی ایجادات اور جدید ٹیکنالوجی ہی اس وقت ترقی وعروج کا وہ واحد زینہ ہے جسے پائے اور عبور کئے بغیر جدید دنیا میں کوئی کام اور مقام حاصل نہیں کیا جاسکتا، آج کی ایجادات نے کائنات کے فاصلے سمیٹ دیئے، سمندروں کو کھنگالا، فجائی بیکراں وسعتوں کے راز بے نقاب کئے، مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک ہوا میں پوشیدہ زندگی کے لیے کارآمد لہروں کی افادیت کو اجاگر کیا اور تباہی اور بربادی پھیلانے والے ایسے جنگی ہتھیار سامنے لائے جو انسانی تصور کی سرحدوں کو بھی پیچھے چھوڑ گئے، عالم اسلام کائنات کے ان سربستہ رازوں کے عقدے حل کرنے والے علم وفن میں جب تک مہارت حاصل نہیں کرے گا، اس وقت تک اس کی نشاۃ ثانیہ ہوسکتی ہے اور نہ ہی وہ اپنی کھوئی ہوئی تہذیبی قیادت حاصل کرسکتا ہے۔

۳......ایک تیسرے مکتب فکر کا خیال ہے کہ عالم اسلام کے زوال کا سبب خود مسلمانوں کے ایمان واخلاق اور اعمال کی کمزوری ہے...... اسلام کی تمام تعلیمات پر عمل کرنے، ایک ہی رب کے سامنے جھولی پھیلانے، اسی کے حضور سر جھکانے، ہاتھ اٹھانے اور گردوں سے نصرت کے فرشتے اتارنے والے باکردار مومن آج چراغ لے کر ڈھونڈنے ہی سے مل سکتے ہیں، نام کے مسلمانوں کی بہتات ہے لیکن کام کے مومن ناپید ہیں...... اس مکتب فکر کا نظریہ ہے کہ صرف مال ودولت اور مادی اسباب کی فراوانی کی بنیاد پر مسلمانوں کے عروج کی عمارت کبھی قائم نہیں ہوئی...... حضرت فاروق اعظمؓ کے دور میں روم کا ایک قلعہ فتح نہیں ہو رہا تھا، مدینہ منورہ مزید کمک لینے ایک قاصد آیا، حضرت فاروق اعظمؓ نے کہلا بھیجا کہ مجاہدین کی تعداد بظاہر کافی ہے، قلعہ فتح ہونے کا مادی نہیں، کوئی روحانی سبب ہے، اپنے اعمال کا محاسبہ کیا جائے...... غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ باقی اعمال سب ٹھیک ہیں، البتہ مسواک کی سنت سب مجاہدین سے چھوٹ گئی ہے، اس متروکہ سنت پر لشکر میں اُدھر عمل شروع ہوا اور اِدھر قلعہ فتح ہوگیا...... جس قوم کے ساتھ اللہ کی نصرت آنے کا معاملہ یہ ہو کہ اگر وہ مجموعی طور پر ایک سنت بھی ترک کردے تو ادھر سے نصرت کے دروازے بسا اوقات بند ہوجاتے ہیں، آج وہ قوم سنت کیا، گناہوں میں غرقاب ہو کر اللہ کے فرض احکام چھوڑ بیٹھی ہے، ظاہر ہے ایسے مسلمانوں کی نصرت کے لیے افلاک کے دروازے کیونکر وا ہوسکتے ہیں؟

اس لیے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ حقیقی مسلمان بننے کی کوشش کریں، نافرمانیوں کی دبا سے نکلیں، فرائض کی پابندی شروع کریں، شریعت کے حرام کردہ امور سے بچیں، اپنی ویران زندگیاں حضور اکرمﷺ کی

© rasailojaraid.com

روشن سنتوں سے آباد کریں اور اسلام کی متاع کی تعلیمات کو از سر نو زیر عمل لائیں......جب ہر سو ایمان کی بہار آئے گی، جب عمل صالح کی خوشبو ہر سمت پھیلے گی، تب کوثر و تسنیم سے دھلا ہوا ایسا معاشرہ وجود میں آئے گا جس کے کاشانوں پر رحمتوں کا نزول ہوگا اور یوں قوم مسلم ترقی و عروج کا رتبہ از خود پالے گی۔

© rasailojaraid.com

اس مکتب خیال کے بعض مفکرین کی رائے ہے کہ تہذیبوں کے اس تصادم کے موقع پر مغربی اقوام سے مادی ٹکراؤ کی بجائے فتح و غلبہ کے لیے دوسری راہیں اختیار کی جانی چاہئیں، اس وقت کارگاہِ حیات میں اسلامی تہذیب آمنے سامنے ہے اور اصل مقابلہ ان دو ہی تہذیبوں کے درمیان ہے، اسلامی تہذیب زندگی کی بھرپور توانائی رکھنے کے ساتھ ساتھ کئی صدیوں تک دنیا پر قیادت و حکمرانی کی شاندار تاریخ بھی رکھتی ہے اور مغربی تہذیب ظاہری کشش اور چمک دمک کے ساتھ اس وقت اپنے جلو میں مادی قوت لیے ہوئی ہے، مغرب نے گزشتہ تین چار صدیوں سے غیر معمولی محنت کر کے مادی ترقی کی موجودہ منزل تک رسائی حاصل کی ہے، عالم اسلام کو وہاں تک پہنچنے کے لیے بڑی محنت اور لمبا عرصہ درکار ہے، اس لیے مادی تصادم کی بجائے کیوں نہ ان کے سامنے اسلام کا صحیح تعارف پیش کیا جائے اور حکمت کے ساتھ انہیں روئے زمین پر اللہ کے اس واحد دین برحق کو قبول کرنے کی دعوت دی جائے، صحیح معیاری زبان اور مخاطب کے دل و دماغ کو اپیل کرنے والے جاذب اسلوب میں اسلام کا جاندار تعارف اور اس کی مؤثر حکیمانہ دعوت سے اس بات کا قوی امکان ہے کہ یہ قومیں اسلام قبول کرلیں گی اور یوں بغیر کسی جنگی تصادم کے کعبے کو صنم خانے سے پاسبان مل جائیں گے......اس طرح کا ایک کامیاب تجربہ ساتویں صدی ہجری میں عالم اسلام پر تاتاریوں کے غلبہ کے بعد ہو چکا ہے، وہ تاتاری جنہوں نے عالم اسلام کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی، حکیمانہ دعوت کے نتیجہ میں مسلمان ہو کر اسلام کے محافظ بن گئے......تہذیبی تصادم میں فتح حاصل کرنے کا گویا یہ شارٹ کٹ راستہ ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ذکر کردہ تین باتوں میں کسی ایک کو سبب کلی یا علت العلل کے طور متعین نہیں کیا جاسکتا ہے، مسلم دنیا کے عروج و زوال میں مذکورہ تینوں اسباب اپنے اپنے حصے کی حد تک دخیل ہیں......صرف اقتصادی استحکام کو عروج کا واحد سبب اس لیے قرار نہیں دیا جاسکتا کہ اس وقت کئی اسلامی ممالک معاشی ترقی میں بہت سارے مغربی ملکوں سے بھی آگے ہیں لیکن اس کے باوجود مغربی تہذیب کی جڑیں وہاں عالم اسلام کے دوسرے غریب یا ترقی پذیر ممالک کے مقابلے میں بہت گہری ہیں اور وہاں کے مسلمانوں خاص کر طبقہ اشرافیہ میں عیش کوشی کی وہ سب بیماریاں آگئی ہیں جو مغربی زندگی کا خاصہ ہیں۔

اسی طرح مؤخر الذکر مکتب فکر کی سوچ اپنی جگہ درست، لیکن یہ حقیقت بھی نظروں سے اوجھل نہیں رہنی چاہیے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

[illegible] تیاری کرنا ایمان کا ایک تقاضا اور شریعت کا ایک حکم ہے [illegible] دین و شرع کے بغیر کوئی مسلمان باکردار کامل مسلمان نہیں بن سکتا...... مومن بلاشبہ اللہ پر بھروسہ کرکے بے تیغ بھی لڑسکتا ہے لیکن اللہ اور اس کے رسول نے اسے بے تیغ لڑنے کے لیے نہیں کہا، شریعت نے اپنی استطاعت کے بقدر تیغ وتفنگ اور شمشیر وسنان سے لیس ہوکر میدان جنگ میں دشمن کے مقابلے کے لیے صف آراء ہونے کا حکم دیا ہے......قرآن کریم نے ''اعداد'' (دشمن کے مقابلے کے لیے تیاری) کا حکم دیا، احادیث کا ذخیرہ، اور حضور اکرم کا ایک ایک غزوہ ہمارے سامنے ہے...... بلاشبہ دعوت کا حکیمانہ اسلوب متلاشیان اور غیر جانب دار کفار کے لیے مفید ہوسکتا ہے لیکن کچھ معاندین ایسے ہوتے ہیں کہ وہ دعوت کی پکار نہیں، صرف شمشیر وسنان کی للکار سمجھتے ہیں۔

اس لیے مسلمانوں کے پالیسی ساز ذہن اور اداروں کو ذکر کردہ تینوں جہتیں پیش نظر رکھ کر مضبوط منصوبہ بندی کے ساتھ مؤثر کام کرنا چاہیے......اور الحمدللہ حالت ایسی بھی مایوس کن نہیں کہ کہا جائے۔

چل چل کے پھٹ چکے ہیں قدم اس کے باوجود
اب تک وہیں کھڑا ہوں جہاں سے چلا تھا میں

گذشتہ صدی کی دوسری دہائی میں مغربی نوآبادیاتی نظام کا زوال شروع ہوچکا تھا، دوسری جنگ عظیم کے بعد اس میں تیزی آئی۔ ۱۷۵۷ء سے ۱۹۱۹ء کے درمیانی عرصے میں ۹۲ مسلمان علاقوں پر غیر مسلموں کی حکمرانی قائم تھی۔ ۱۹۹۵ تک ان میں سے ۶۹ خطے دوبارہ مسلمان حکومتوں کے زیر اقتدار آگئے......اسی طرح مغربی معاشرے ۱۴۹۰ء میں زمین کے ۵۲۰۵ ملین مربع میل رقبے میں سے ۵ء۱ ملین مربع میل علاقے پر قابض تھے جن میں بلقان کے علاوہ جزیرہ نمائے یورپ کے اکثر حصے شامل تھے۔ ۱۹۲۰ء میں مغرب اپنی علاقائی وسعت کے عروج پر پہنچ گیا، اس وقت اس کے زیر قبضہ علاقے کا رقبہ ۵ء۲۵ ملین مربع میل تھا یعنی وہ تقریباً زمین کے آدھے رقبے پر قابض تھا۔ ۱۹۹۳ء میں مغرب کے زیر قبضہ علاقے کا رقبہ کم ہوکر ۷ء۱۲ ملین مربع میل رہ گیا، مغرب پسپا ہوتے ہوتے اپنے یورپی مرکز، شمالی امریکہ، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ تک محدود ہوکر رہ گیا۔ اس کے مقابلے میں آزاد مسلمان ملکوں کا رقبہ ۱۹۲۰ء میں ۸ء۱ ملین مربع میل تھا جو ۱۹۹۳ء میں بڑھ کر ۱۱ ملین مربع میل ہوگیا......ایسی ہی تبدیلیاں آبادیوں کے حوالے سے بھی ظاہر ہوئیں،......۱۹۰۰ء میں مغرب کے لوگ دنیا کی آبادی کا ۳۰ فیصد تھے اور مغربی حکومتیں اس ۳۰ فیصد آبادی میں سے ۴۵ فیصد پر حکومت کرتی تھیں......لیکن اس کے مقابلے میں مسلم آبادی کی رفتار تیز رہی، مسلمان ملکوں خاص طور پر بلقان، شمالی افریقہ اور وسطی ایشیا کے ہمسایہ ملکوں میں آبادی کا اضافہ بہت زیادہ ہے، ۱۹۶۵ء سے لے کر ۱۹۹۰ء تک کے درمیانے عرصے میں دنیا کی مجموعی آبادی ۳ء۳ ارب سے بڑھ کر ۳ء۵ ارب ہوگئی جو کہ ۸۵ء۱ فی صد

© rasailojaraid.com

سالانہ بنتی ہے۔ جبکہ مسلمان ملکوں میں اضافہ آبادی کی شرح ہمیشہ [illegible] اکثر ۲ء۵ فیصد تک گئی اور بعض اوقات ۳ فیصد سے بھی زیادہ ہوگئی، پاکستان اور بنگلہ دیش کی آبادی میں اضافے کی شرح ۲ء۵ فیصد سالانہ ہے......۱۹۸۰ء میں مسلمان مجموعی طور پر دنیا کی آبادی کا ۱۸ فیصد تھے، ۲۰۰۰ء میں ان کی تعداد تقریباً بیس فیصد ہوگئی اور ۲۰۲۵ء میں ۳۰ فیصد تک پہنچ جانے کا تخمینہ ہے...... مغربی نو آبادیاتی نظام کا زوال اور مسلم دنیا کی آبادی میں غیر معمولی اضافہ مستقبل میں اسلامی تہذیب کی برتری کا ایک اہم عامل بن سکتا ہے، حالات کا یہ رخ بتلا رہا ہے کہ یہ صدی اسلام اور اسلامی انقلاب کی صدی ثابت ہوگی اور ان شاء اللہ۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمہ توحید سے

ماہنامہ وفاق المدارس کے مدیر محترم کو صدمہ

ماہنامہ وفاق المدارس کے مدیر محترم حضرت مولانا ابن الحسن عباسی صاحب کے تایا شیخ الحدیث ''حضرت مولانا غلام محمد صاحب'' کا وصال ہوگیا۔﴿انا للہ وانا الیہ راجعون﴾

شیخ الحدیث حضرت مولانا غلام محمد صاحب علوم عقلیہ ونقلیہ کے عالم متبحر تھے۔ ۱۹۷۵ء سے جامعہ حمادیہ کراچی میں دوسرے علوم وفنون کی تدریس کے ساتھ شیخ الحدیث بھی رہے، طالبان علوم نبوت کی ایک کثیر تعداد آپ سے فیضیاب ہوئی۔

پیرانہ سالی اور نقاہت کے باوجود مسند حدیث سے کبھی کنارہ کش نہ ہوئے اور تادم حیات اس عظیم الشان خدمت سے وابستہ رہے۔

گذشتہ چند مہینوں سے زبیدہ ہسپتال کراچی میں زیر علاج تھے تاہم وہ بیماریوں سے جان بر نہ ہوسکے، چنانچہ اتوار ۲۸ دسمبر ۲۰۰۸ کو ۹۴ سال کی عمر میں خالق حقیقی سے جا ملے۔

اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اور حضرت مدیر محترم اور دوسرے وابستگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ادارہ انکے غم اور دکھ درد میں برابر کا شریک ہے۔

(نائب مدیر ماہنامہ ''وفاق المدارس''

© rasailojaraid.com